عطار ہو ،رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی !!

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماهنامه غزالی

شعبان ۱۴۲۹ھ/اگست ۲۰۰۸ء

RegNo.P476

جلد: ششم

شمارہ: 12

فہرست

فی شمارہ: 15/- روپے

سالانہ بدل اشتراک: 180/- روپے

ملنے کا پتہ: پوسٹ آفس بکس نمبر 1015، یونیورسٹی کیمپس، پشاور۔

ای میل:>>> mahanama_ghazali@yahoo.com

saqipak99@gmail.com

physiologist72@yahoo.com

ویب سائٹ: www.iaa.org.pk

اداریہ

اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا، ملک سے پرویز مشرف کی نحوست کا سایہ ٹل گیا۔ سایہ ٹلتے ہی روپیہ کی قیمت میں اضافہ ہوا، موسم میں فرق آیا اور بجلی کے مسئلے میں بھی کچھ سہولت ہوئی۔ اعمال کا احوال پر براہ راست اثر ہوتا ہے خاص کر جن کے بارے میں قرآن نے ذمہ دار طبقہ ہونے کی نشان دہی کی ہے۔

وَ اِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّھْلِکَ قَرْیَۃً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا فَفَسَقُوْا فِیْھَا فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْراً ○　　(بنی اسرائیل:۱۶)

ترجمہ: اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے امیر و رئیس لوگوں کو (خصوصاً اور دوسرے عوام کو عموماً ایمان و اطاعت) کا حکم دیتے ہیں، پھر (جب) وہ لوگ (کہنا نہیں مانتے) بلکہ وہاں شرارت مچاتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے پھر اس بستی کو تباہ و غارت کر ڈالتے ہیں۔ (معارف القرآن)

صرف استعفیٰ کافی نہیں بلکہ اس کشت و خون کا محاسبہ ہونا چاہئے جس سے اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے۔ محاسبہ ہی وہ طریقہ ہے جس سے اس قسم کے بے وقوفوں اور طالع آزماؤں کو آئندہ کے لئے درسِ عبرت حاصل ہوگا۔ فوج نے بالغ نظری کا ثبوت دیا۔ اگر اس دفعہ پھر مارشل لاء کا سہارا لیا جاتا تو گردو پیش سے جو باتیں عوام کی طرف سے سننے میں آرہی تھیں، شاید فوج کا بارکوں سے باہر نکلنا ہی مشکل ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے کہ اسلام کا قلعہ ہے۔ جس طرح اس سے پہلے اس کے توڑنے والوں کا انجام ہوا ویسا انجام ان کا بھی ہو جو اب اس کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ قاتل کو سزا سے بچنے میں مدد دینے والا ایسا ہی ہے جیسے خود قاتل۔ جیسے قاتل کے لئے آخرت کے عذاب اور دنیا کی تباہی و رسوائی ہوتی ہے ایسے ہی اس کے مددگار کے لئے بھی ہوتی ہے۔ اگر اسرائیل وغیرہ اس کے بچانے کی کوشش کر رہے تھے تو انہوں نے تو ہر اسلام اور مسلمان دشمن شخص کا ساتھ دینا ہے۔ مسلمانوں کو تو اس کا شعور ہونا چاہئے کہ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔

نماز (قسط۔۱۱)

(حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانیؒ)

نماز کے باطنی آداب یا حقیقتِ نماز:

نماز کا ظاہر اپنی حقیقتِ باطنی سے جاندار، باوقار اور پُر انوار بنتا ہے۔اس لئے نماز کے ظاہری جمال وتحسین کے لئے بھی اس کے باطنی کمال وتزئین کی ضرورت ہے۔نماز کی باطنی حقیقت وروح خضوع وخشوع، تبتل وتذلل، حضور واحسان، عبدیت وعبودیت، انکسار وافتقار، فروتنی وتواضع، مسکنت والحاح، عاجزی وزاری وغیرہ احوال وکوائف جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات کے استحضار اور اسکی عظمت وجبروت، جلالت وکبریائی کے دھیان سے ناشی (ظاہر) اور اس کی بارگاہِ عالی میں حاضری کی ہیبت سے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت والا قدس روحہ' ایک خادم (جس نے لکھا تھا کہ نماز میں احیاناً (کبھی کبھی) اسرار منکشف ہوجاتے ہیں اور وارداتِ صحیحہ کا نزول ہوتا ہے) کو تحریر فرماتے ہیں:

''نماز کشفِ اسرار اور وارداتِ صحیحہ کا محل نہیں۔یہ صرف عبودیت وعبدیت اور تواضع اور کیفیت کا محل ہے۔''

ایک اور مکتوب میں ہے:

''اصل شے نماز میں حضور اور خشوع ظاہری وباطنی ہے۔''

ایک طالب کو ارقام فرماتے ہیں:

''نماز کو اپنی طرف سے پورے ظاہری وباطنی آداب اور خضوع وخشوع کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کیجئے۔جس قدر حاصل ہو اس پر شکر کیجئے اور آئندہ کے لئے ہمت کیجئے۔''

قرآن وحدیث کی نصوص نماز کی اس حقیقتِ مذکورہ کے حصول کی ترغیب سے مملو (بھرے) ہیں۔تبرکاً چند احادیث نقل کرتا ہوں۔

حضور انورﷺ فرماتے ہیں:

”نماز دو دو رکعت کر کے ہے اور ہر دوسری رکعت میں تشہد ہے، تضرّع وزاری ہے، خشوع و خضوع ہے اور عاجزی و مسکنت ہے اور (نماز کے بعد) ہاتھ اُٹھا کر اے رب، اے رب کہنا ہے۔ جس نے ایسا نہ کیا اسکی نماز ناقص رہی۔“ (کنزالعمال ص:۱۱۳، جلد۴)

مسند احمد اور بیہقی میں حضرت محمد ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے:

ان مصلی یناجی ربهٗ فلینظر ما یناجیه به. (کنزالعمال ص:۱۱۳، جلد۴)

ترجمہ: نمازی اپنے پروردگار سے راز ونیاز کی باتیں کرتا ہے پس اسے دیکھنا چاہئے کہ وہ کیا مناجات کرتا ہے۔ یعنی غفلت سے نماز نہیں پڑھنا چاہئے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جس نے کامل وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھی کہ وہ اس میں جو کہتا تھا اسے جانتا (اور سمجھتا) بھی تھا، یہاں تک کہ اسی حالت میں اس نے نماز ختم کر لی تو وہ ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا اس کی ماں نے اسے جنا۔“ (کنزالعمال ص:۱۱۲، جلد۴ بحوالہ عبدالرزاق عن عقبہ بن عامرؓ)

احمد ابوداؤد ونسائی اور ابن ماجہ نے صحیح میں ابی ذرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”جب بندہ نماز میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی طرف متوجہ رہتا ہے جب تک بندہ دوسری طرف التفات نہیں کرتا۔ جب بندہ دوسری طرف دھیان کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنی توجہ کو ہٹا لیتے ہیں۔“ (کنزالعمال ص:۱۰۸، جلد۴)

امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے:

”جب کبھی بندہ نماز میں ادھر اُدھر دھیان کرتا ہے تو اس کا پروردگار اس سے کہتا ہے تو کدھر توجہ کر رہا ہے؟ اے ابنِ آدم! میں اس سے تیرے لئے بہتر ہوں جس کی طرف تو دھیان کر رہا ہے۔“

(کنزالعمال ص:۱۰۸، جلد۴)

ایک حدیث شریف میں ہے:

لا صلوٰة للملتفت. نماز میں جو ادھر ادھر دھیان کرتا ہے اس کی نماز کامل ہوتی ہی نہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

لا صلوٰۃ لمن لا یتخشع فی صلوتہٖ. اس شخص کی نماز (کامل) نہیں ہوتی جو نماز میں خشوع نہیں کرتا۔

غرض نماز اپنے باطنی آداب وارکان کے اہتمام ورعایت کے ساتھ کامل ہوتی ہے۔ ان باطنی اعمال کے بغیر نماز قالبِ بے روح اور گلِ بے رنگ وبو ہے کہ بقول حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ؛

''حقیقتِ نماز مراقبہ حق است بوجہ تعظیم بدل و درکار برداشتن جمیع حواس وقویٰ و جوارح و اعضا۔''

ترجمہ: نماز کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی تعظیم وعظمت سے دل کے ساتھ دھیان ومراقبہ اور تمام حواس وقویٰ اور جوارح واعضا کا نماز میں ہمہ تن مشغول کرنا ہے۔

نماز میں خشوع:

ارشادِ باری ہے:

قَدْاَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْن. (المومنون:۱)

ترجمہ: تحقیق فلاح پائی ان ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع (زاری وعاجزی) کرنے والے ہیں۔

علامہ الالوسی بغدادیؒ نے 'الخشوع' کے معنیٰ لکھے ہیں؛

التذلل مع خوف و سکون للجوارح. (روح المعانی ص:۴۸۰،جلد۵)

ترجمہ: خشوع (اللہ کے) خوف کے ساتھ پستی وعاجزی اور جوارح کے سکون کو کہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامّت، مجدد الملّت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''لغوی حقیقت خشوع کی سکون ہے اور شرعی حقیقت قلب وجوارح کا ارادی سکون اور سکون مقابل ہوتا ہے حرکت کے۔ تو جوارح کی حرکت کے مقابل میں ان کا سکون یہی ہے کہ جس حرکت کا شرعاً حکم نہیں، وہ حرکت نہ کرے یعنی ارادہ کر کے بیکار ہاتھ پاؤں نہ ہلائے، ادھر اُدھر گردن یا نظر کو نہ پھیرے سر اوپر کو نہ اُٹھاوے، بغیر ضرورت نہ کھجلاوے نہ کھنکارے وغیرہ اور قلب کی حرکت فکر ہے، اس کا سکون عدمِ فکر ہے یعنی اپنے ارادے سے کسی بات کو نہ سوچے۔ سو جیسے جوارح کی حرکت اگر بلا قصد ہو مثلاً رعشہ سے گردن ہلتی ہو تو وہ خشوع کے منافی نہیں۔ پس غلطی لوگوں کی یہ ہے کہ خشوع کی معنیٰ یہ سمجھتے ہیں، اس بنا کا فاسد ہونا تقریر بالا سے معلوم ہو گیا جس سے متعین ہو گیا کہ خشوع اختیاری فعل ہے اور ہر شخص اس پر قادر ہے اور بہت آسان ہے۔ البتہ ارادہ وتوجہ کی ضرورت ہے۔ جیسے سب ارادی افعال کی شان ہے کہ ارادہ کرو تو آسان نہ کرو تو دشوار حتیٰ کہ اگر منہ میں لقمہ لے کر بیٹھ جاؤ اور نگلنے کا ارادہ نہ کرو تو وہ بھی آسان نہیں۔ پس اگر لقمہ نگلنا آسان ہے تو خشوع بھی اتنا آسان ہے۔ اور سہل طریقہ یہ ہے کہ نماز میں جو کچھ منہ سے نکلے محض یاد سے نہ پڑھے بلکہ ہر ہر لفظ پر مستقل ارادہ کر کے منہ سے نکالے۔ اس مراقبہ کا اول سے آخر تک التزام رکھے۔ انشاء اللہ اول تو بلا قصد بھی کوئی خیال نہیں آوے گا اور اگر فرضاً آجائے تو پھر سوچ میں نہ پڑے کہ ارے یہ تو پھر خطرات آنے لگے۔ یہ سوچ بھی غیر کا خیال ہے بلکہ وہی مذکورہ بالا طریقہ سے توجہ کی پھر تجدید کر لے تو یہ خطرات رفع ہو جائیں گے۔

(جامع المجددین ص: ۳۲۹ بحوالہ اصلاح القلوب ص ۶۰)

حضرت تھانوی قدس روحہٗ کے اس ارشاد سے یہ بات واضح ہوگئی کہ 'مطلوب خشوع' وہ ہے جس میں اعضا وجوارح سے نماز کی مشروع حرکات کے علاوہ عمداً وارادۃً کوئی حرکت سرزد نہ ہو اور نہ ہی ارادے سے قلب کوئی ایسی حرکتِ فکری کرے جو نماز کے مامور بہا اعمال قلبی وظاہری کے خلاف ہو۔ گویا 'خشوعِ شرعی' اور 'سکونِ مطلوب' ارادی طور پر دل وجوارح کو نماز کے مشروع اعمال ہی میں مشغول رکھنا ہے۔ (جاری ہے)

بیان (قسط-۳)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ، بمقام کبیر میڈیکل کالج پشاور)

اس کے بعد نظام ہدایت ہے۔ نظام ہدایت چونکہ ایک عملی چیز ہے اس لئے اس کے لیے کتاب اور تحریر کافی نہیں تھی، اس کے لیے عملی نمونہ ضروری ہے۔ اس لیے سورۃ فاتحہ میں جو دعا مانگی گئی ہے کہ یا اللہ! ہمیں سیدھا راستہ دِکھا، اس کے بعد کتاب کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ صراط الذین انعمت علیھم، راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا انعام ہوا۔ تو پہلے شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ Practical Personalities (عملی شخصیات)۔ پھر والضالین آمین کے بعد کہا گیا ہے ذالک الکتاب لا ریب فیہ۔ کتاب کا تذکرہ بعد میں کیا گیا ہے۔ صاحب کتاب کا پہلے کیا گیا ہے۔ عملی شخصیت پہلے ہے جو کتاب کی تشریح کرے گی اس کے بعد کتاب ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق۔

اللہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا پیغمبر ہدایت کیساتھ اور دین حق کے ساتھ۔

تو پیغمبر کی شخصیت پہلے نمبر پر ہے پھر پیغمبر کی محنت کے نتیجے میں ہدایت وجود میں آتی ہے روشنی دلوں میں آتی ہے اور پھر دین حق سمجھ میں آتا ہے۔ کتاب کو تیسرے نمبر پر سمجھا جاتا ہے۔ پہلے پیغمبر کی ضرورت ہوتی ہے پھر اس کی جدوجہد میں شامل ہوکر ہدایت مل جاتی ہے۔ اس کے بعد پھر کتاب کے عمل کی توفیق ہوتی ہے۔ یہ نشاندہی کی گئی کہ ہدایت کے نظام کے لئے نمبر ایک پر ضرورت ہے عملی شخصیت کی۔ سیرت کے موضوع کے بہت بڑے عالم حضرت سید سلیمان ندویؒ ہیں۔ جن کا سیرت پر کام عالمی شہرت یافتہ ہے۔ خطباتِ مدراس ان کی کتاب ہے (سیرت پر)۔ خطبات مدراس کا جواب چودہ سوسالہ اسلامی تاریخ میں نہیں ہے، کبھی اس کو پڑھیں۔ Muhammad The Ideal Prophet اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا ہے، اس کو بھی ضرور پڑھیں۔ اس کے متعلق میں آپ کو ایک دلچسپ واقعہ سناؤں۔ ڈاکٹر مرتضیٰ ملک ٹیلی ویژن پر دینی پروگرام کیا کرتے

تھے۔ہمارے واقف اور دوست تھے،انھوں نے مجھے واقعہ سنایا ۔یہ مکہ مکرمہ کی یونیورسٹی میں اسلامیات کے پروفیسر تھے۔ان کے ساتھ انگریزی کے پروفیسر تھے انگریز،انگریزی ادب میں پی۔ایچ۔ڈی،اس کی بیوی بھی پی۔ایچ۔ڈی تھی۔مرتضٰی ملک صاحب نے کہا کہ وہ پروفیسر صاحب اچھا آدمی تھا،میرا دل چاہا کہ میں اس کو اسلام کی دعوت دوں۔میں سوچتا تھا کہ کیسے دعوت دوں۔آخر میں نے خطبات مدراس کا ترجمہ Muhammad The Ideal Prophet کتاب لی اوراس کے پاس گیا۔میں نے کہا Look professor we have translated this book in english.we want this book to be corrected by you.

ہم نے اس کتاب کا ترجمہ انگریزی میں کیا ہے۔آپ چونکہ انگریزی کے ماہر ہیں۔آپ اس کو درست کردیں،ہم آپ کو اچھا خاصہ معاوضہ دیں گے۔وہ کتاب لے کر گیا۔یہ کل نوّے (۹۰) صفحات کی کتاب ہے اور آٹھ لیکچرز (lectures) ہیں۔تین لیکچرز اس نے پڑھے تو کتاب بغل میں دبائے ہوئے میرے پاس آیا اور کہا Dr.Murtaza! Whats your programme? ڈاکٹر مرتضٰی آپ کا کیا پروگرام ہے؟میں نے کہا جی کیا بات ہے؟ کیا ہوگیا ہے؟اس نے کہا You do not want this book to be corrected by me,rather you want to make me muslim. آپ مجھ سے یہ کتاب نہیں ٹھیک کروانا چاہتے بلکہ آپ مجھے مسلمان بنانا چاہتے ہیں۔میں نے کہا ہم تو آپ سے کتاب درست کرنا چاہتے ہیں ۔اب آپ کی مرضی ہے۔اس نے کہا نہیں آپ مجھے مسلمان کرنا چاہتے ہیں۔ Now You will have to read this book word by word with me and you will have to explain it to me. اب آپ کو یہ کتاب حرف بہ حرف میرے ساتھ پڑھنی پڑے گی اور آپ کو میرے لئے اس کی تشریح کرنا پڑے گی۔

میں نے کہا ٹھیک ہے۔ کہتے ہیں ہم پڑھتے رہے جب آٹھ لیکچرز مکمل ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ Dr,Murtaza, I am ready to accept Islam. میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ However the greatest hinderence in my way is my wife لیکن میرے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ میری بیوی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ ہم آپ کے گھر آ جائیں گے، میری بیٹی انگریزی بولتی ہے، وہ آپ کی بیوی سے بات کر لے گی۔ اس کو بھی دعوت دے دیں گے۔ اس نے بیوی سے کہا کہ مرتضٰی ملک کو ہم کھانے پر مدعو کرنا چاہتے ہیں۔ اس کی بیوی نے کہا، I do not want this person in our house. میں نہیں چاہتی کہ یہ ہمارے گھر میں داخل ہو۔ میں نے کہا کہ خیر آپ کی دعوت ہمارے گھر میں ہو گی یہاں آ جائیں، یہاں بات کریں گے۔ وہ پھر بیوی کے پاس گیا۔ اس کی بیوی نے کہا We will never go to his house. اس کے گھر پر ہم کبھی نہیں جائیں گے۔ عورتیں قبول بھی دیر سے کرتی ہیں اور چھوڑتی بھی دیر سے ہیں۔ اس عورت کو بڑا ڈر ہوا۔ اس نے اپنے خاوند سے استعفٰی دلوایا اور واپس چلے گئے۔ چار مہینے بعد اس پروفیسر کا خط آیا، لکھا تھا Dr.Murtaza ,I have accepted Islam. میں نے اسلام قبول کر لیا لیکن بہر حال مجھے ایک قربانی دینی پڑی۔ That was the separation of my wife۔ وہ میری بیوی کی علیحدگی تھی لیکن بہر حال میں نے اپنے نظریے اور عقیدے پر قربان کر دیا ساری چیزوں کو اور قبول کر لیا اسلام کو۔

عملی شخصیت کے بارے میں ایک اور واقعہ سنیں۔ سید سلیمان ندویؒ کا ایک سفر تھا بحری جہاز کا۔ اس وقت بحری جہاز ہوتے تھے ہوائی جہاز اس زمانے میں نہیں ہوتے تھے۔ فرمایا میں سفر کرتا ہوا آ رہا تھا انگلینڈ سے بمبئی، مجھے راستے میں پتہ چلا کہ اس جہاز میں رابندر ناتھ ٹیگور بھی سفر کر رہا ہے۔ یہ ہندوؤں کی ایک عظیم شخصیت تھی۔ کیپ ٹاؤن میں اس سے ملاقات ہوئی۔ رابندر ناتھ ٹیگور نے ادب کا نوبل پرائز لیا ہوا تھا۔ اس کی بنگلہ زبان میں ایک نظم ہے "گیتاں جلی" اس پر اس نے ادب کا نوبل

پرائز لیا ہوا تھا۔ میں اس سے ملا، میں نے کہا دیکھئے جی آپ نے اپنے ہندومت میں نئی سائنسی ترقیات سے متاثر ہوکر تبدیلی کی اور پرانے مذہب سناتن دھرم کی جگہ نیا مذہب بنایا برہموسماج تاکہ وہ سائنٹیفک ہو اور اسے لوگوں کے سامنے پیش کر سکیں۔ کیونکہ یہ تو بہت ہی بری بات ہے کہ گائے پیشاب پیو اور گائے کا گوبر زمین پر ملو تاکہ زمین پوتر (پاک) ہوجائے یا گائے بوڑھی ہوجائے تو اس کو چھوڑ دو جس کھیت میں جائے اور کھائے۔ یا کوئی ہاسٹل بناؤ ''گاؤشالہ'' گائیوں کا ہاسٹل، وہ گائیوں کے رہنے کی جگہ ہوتی ہے کیونکہ گائے بوڑھی ہوچکی ہے۔ یہاں کوئی خیرات کرتا ہے تو دیگ پکاتا ہے جب کہ ہندوستان کی خیرات ان بوڑھی گائیوں کو چارا ڈالنا ہے۔ اور جو گمراہ ہندو ہوتے ہیں وہ ان گائیوں کو پکڑ کر پاکستان سمگل کرتے ہیں۔ ہندوؤں نے سوچا کہ ایسے مذہب کو ہم کیسے پیش کر سکتے ہیں تو انھوں نے نیا مذہب برہموسماج بنایا۔ سید سلیمان ندویؒ نے رابندرناتھ ٹیگور سے پوچھا کہ برہمو سماج تو سائنٹیفک تھا لیکن چلا نہیں ہے اس کی کیا وجہ تھی؟ رابندرناتھ ٹیگور دانشور تھا اس نے کہا کہ اس لیے نہیں چلا کہ وہ صرف کتاب تھی اس کے پیچھے عملی شخصیت نہیں تھی۔ کتاب تب چلتی ہے اور اس کی تعلیمات تب چلتی ہیں جب اس کے پیچھے عملی شخصیت ہو۔ اقبال نے کہا ہے،

؎ تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو　　　کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

کتاب خواں یعنی کتاب پڑھ رہا ہے لیکن صاحب کتاب نہیں ہے۔ صاحبِ کتاب کون ہوتا ہے، وہ ہوتا ہے کہ جو کتاب میں لکھا ہوا ہے وہ اس کی عملی زندگی میں ہو۔ یہ ایک زبردست جواب ٹیگور نے سید سلیمان ندویؒ کو دیا۔ اس لئے قرآنی تعلیمات کو بیان کرنے کے لیے عملی شخصیت کی ضرورت تھی اور وہ عملی شخصیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب ایک آپ کی شخصیت ہے، ایک آپ کی تعلیمات ہیں، ایک آپ کی جدوجہد ہے اور ایک اس کے نتائج ہیں۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆

ایمان افروز مجلس

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانیؒ کے فیض کو عام کیا۔ ان کے پچیس خلفاء میں سے دو حرمین شریفین میں ہوتے ہیں۔ حاجی عبدالمنان صاحب مسجدِ حرام اور بیت اللہ شریف کے (Maintenance Engineer) نگہداشت والے انجینئر ہیں۔ اور غازی مرجان صاحب جو بنیادی طور پر انجینئر ہیں، زندگی وقف کر کے مستقل کئی سالوں سے مدینہ منورہ میں مقیم ہیں، تبلیغی جماعت کی سرگرمیوں میں شب وروز مصروف ہیں۔

ہر دو حضرات سالانہ پاکستان تشریف لاتے ہیں۔ پشاور میں ان کی مجالس ہوتی ہیں۔ اس دفعہ حاجی عبدالمنان صاحب کی مجلس کی روئیداد عرض ہے۔ مجلس میں حبیب اللہ صاحب چیف سیکرٹری فاٹا نے سوال کیا کہ آج کل کے حالات سے دل پریشان ہے۔ حاجی صاحب نے جواب دیا کہ کفر اپنے لاؤلشکر اور اسلحہ کو استعمال کر کے مسلمانوں کے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اسلام و مسلمانوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے۔ ایسے کبھی نہ ہو سکے گا بلکہ ان کے اپنے گھروں سے انقلاب اٹھے گا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے دو واقعات بڑے عجیب سنائے۔

پہلا واقعہ: فرمایا کہ میں مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے بیٹھا تھا کہ ایک نوجوان آیا اور حطیم پر بیت اللہ شریف سے چمٹ کر دعا مانگی فارغ ہو کر میری طرف بڑھا، عمر کوئی بائیس سال، رنگت سرخ، داڑھی کے بال سرخ، سر پر پگڑی۔ اس شکل وصورت کے لوگ ہمارے شمالی علاقہ جات چترال، تیراہ، باجوڑ، بٹگرام وغیرہ کے ہوتے ہیں۔ میں نے اسے بلایا اور کہا کہ اگر آپ کا حرج نہ ہو تو کچھ بات چیت کر لیں۔ اس نے تعارف کرایا کہ میں امریکہ کی ریاست میامی کا رہنے والا ہوں اور بنیادی طور پر آرٹسٹ (مصور) ہوں۔ حاجی صاحب کے بارے میں بیت اللہ شریف کا انجینئر ہونے کا سن کر بہت خوش ہوا اور باتیں کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اس نے کہا میں مصور ہوں جب تصویر سازی کرتا تھا تو مجھے ایک غیبی آواز محسوس ہوتی تھی جو کہتی تھی حُسنِ ازل کچھ اور ہی ہے۔ اس آواز نے مجھے پریشان کیا۔ میں اس کا حل ڈھونڈنے کے لئے گرجا گیا۔ گرجے کا پادری اپنے تجربے سے سمجھ گیا کہ میں مسلمانوں کا شکار ہونے والا ہوں۔ اس نے ایک کتاب دی جو مسلمانوں اور اسلام کے بارے میں انتہائی زہریلی تھی۔ اسے میں نے پڑھا اس میں ایک لفظ ALLAH (اللہ) تھا جس کے پڑھنے سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ مجھے یہ پتہ نہیں تھا کہ یہ لفظ مسلمانوں کے معبود اللہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ اس لفظ کے بارے میں میں نے پوچھا، حقیقت پتہ چلی۔

خیر جا کر مسلمان ہوا، میرا اسلامی نام عبدالبدیع رکھا گیا، مجھے نماز سکھائی گئی۔ واللہ جب میں نے پہلی نماز کا پہلا سجدہ کیا تو میں نے اپنی آنکھوں سے اس بیت اللہ شریف کو دیکھا۔

واقعی مسلمان اگر اپنے اعمال درست کرلے اور ان اعمال کا دعوت دینے والا بن جائے تو اس ہتھیار سے کفر کی بنیاد کو کھوکھلا کر سکتا ہے۔ یہ کفر جو آج ہمیں ختم کرنے کے لئے آگے بڑھ رہا ہے ہمارے قدموں میں بیٹھ کر ہمارا غلام بن جائے گا۔

؎ افرنگ زخود بے خبرت کرد وگرنہ اے بندۂ مومن تو بشیری تو نذیری (اقبالؔ)

ترجمہ: انگریز نے تجھے اپنے آپ سے بے خبر کر دیا ورنہ اے بندۂ مومن تو بشیر و نذیر ہے۔ (یعنی عالمِ انسانیت کا قائد ہے)

دوسرا واقعہ:

دوسرا واقعہ انہوں نے ہندوستان کی ایک ریاست کا سنایا۔ ریاست کے ولی عہد کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تین چار سال لگا کر ہندومت کی تعلیم حاصل کرے تاکہ اپنی ریاست کے لوگوں کے معاملات آسانی سے سمجھ سکے۔ اس سلسلے میں ایک ریاست کے ولی عہد راجہ کی جب تعلیم شروع ہوئی تو پنڈت نے سبق شروع کرتے ہوئے کہا کہ ایشور تو ایک ہی ہے۔ اس کے بعد اس نے کئی خداؤں اور بتوں کی بات شروع کی۔ ولی عہد مہاراج کو ایشور تو ایک ہی ہے یہ بات بہت پسند آئی لیکن کئی خداؤں اور بتوں کی بات نے اسے مزہ نہ دیا۔ خیر اس نے کہا کہ میں ایشور کی تلاش میں نکلا لیکن مجھے بدھ مت، عیسائیت وغیرہ میں کہیں توحید اور وحدانیت نہ ملی۔

ایک دن ریل میں سفر کر رہا تھا، ایک پر کشش شکل والا آدمی ملا۔ اس نے بتایا کہ وہ مسلمان ہے، اس سے بات شروع ہوئی تو اس نے اسلام کی وحدانیت اور توحید کا تذکرہ کیا، مجھے بہت پسند آیا۔ سفر ختم ہوا وہ بزرگ اُتر پڑے، بہت افسوس ہوا۔ انہوں نے مجھے اپنا پتہ دیا۔ یہ ندوۃ العلماء کے عالم تھے۔ ان سے ملاقاتیں ہوئیں اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور اسلام قبول کیا۔ اسلامی نام معظم حسین ہے۔ ان کے بعد ایک ڈاکٹر سنجے بھی مسلمان ہوئے۔ چونکہ ہندی میں سنجے کا معنیٰ زاہد ہے اس لئے ان کا نام نہیں بدلا یہی رہنے دیا۔ دونوں حضرات مکہ مکرمہ میں حاجی صاحب کی مجلس میں پہنچے۔ حاجی صاحب نے اپنے ملکی ساتھیوں کو یاددہانی کرائی تو انہیں ان دونوں کا مجلس میں آنا یاد تھا۔ معظم حسین نے ۸۷ لاکھ آدمیوں کو مسلمان کیا ہے۔

؎ ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے پاسبان مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں ایک علمی اور تحقیقی جائزہ معروف بہ ”کشف الستر عن اوقاتِ العشاء والفجر“ (قسط۔۴)

(مفتی شوکت صاحب)

فصل نمبر ۲　﴾صبح صادق کی نشانیوں کی تفصیلی بحث﴿

اس موضوع پر تفصیلی اور تنقیدی مطالعہ سے پہلے یاددہانی کے طور پر مختصراً دوبارہ عرض کیا جارہا ہے کہ قائلین 18 درجے والوں کے نزدیک صبح صادق وصبح کاذب کیا ہیں؟

صبح صادق: تو جاننا چاہیئے کہ جب سورج افق شرقی سے 18 درجے نیچے ہوتو اس وقت جو روشنی افق شرقی پر نمودار ہوتی ہے، اس کو ” فلکی فلق “ یا انگریزی میں ”اسٹرونومیکل ٹوائیلائٹ“ (Astronamical twilight) کہا جاتا ہے۔

صبح کاذب: اس کے علاوہ رات کے وقت ایک دوسری روشنی افق شرقی پر ظاہر ہوجاتی ہے جس کو ”بروجی روشنی“ یا انگریزی میں ”زوڈیکل لائٹ“ (Zodical light) کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ روشنی فلکی فلق سے پہلے نمودار ہوکر غائب ہوجاتی ہے، لہٰذا اس کو ان حضرات نے صبح کاذب قرار دے دیا۔

اس بحث میں دیکھنا یہ ہوگا کہ صبح صادق اور صبح کاذب کیلیئے جو علامات مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ثابت ہوگئیں آیا یہ علامات ان روشنیوں پر صادق آتی ہیں، جن کو قائلین 18 درجے والے فن فلکیات کی رو سے صبح صادق اور صبح کاذب کہتے ہیں، یا نہیں۔۔۔؟ قارئین نہایت توجہ کیساتھ پڑھتے ہوئے نشانیوں کی تطبیق اور عدم تطبیق پر اچھی طرح غور فرمائیں۔

صبح صادق کی پہلی علامت: صبح صادق کی روشنی بالکل واضح اور بالکل نمایاں ہوگی: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وکلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود من الفجر (البقرۃ آیت ۱۸۷)

ترجمہ: اور کھاؤ پیو جب تک صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید جدا دھاری سیاہ سے۔

(۱)''حتی یتبین'' کی تفسیر میں مفتی محمد شفیعؒ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہو جانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا اور اس میں افراط وتفریط کے احتمالات کو ختم کرنے کیلئے ''حتی یتبین'' کا لفظ بڑھا دیا، جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نہ تو وہمی مزاج لوگوں کی طرح صبح صادق سے پہلے ہی کھانے پینے کو حرام سمجھو اور نہ ایسی بے فکری اختیار کرو کہ صبح کی روشنی کا یقین ہو جانے کے باوجود کھاتے پیتے رہو، بلکہ کھانے پینے کو حرام سمجھنا درست نہیں اور تیقن کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا بھی حرام اور روزے کیلئے مفسد ہے۔ اگرچہ ایک منٹ کے لئے ہو، سحری کھانے میں وسعت اور گنجائش صرف اسی وقت تک ہے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو جائے۔......................

(معارف القرآن ج:۱،ص ۳۹۸)

(۲) تفسیر بغوی میں فجر کی تقسیم کرتے ہوئے صبح کاذب کے بعد صبح صادق کی تفصیل بیان کرتے ہیں :

ثم یغیب فیطلع بعده الفجر الصادق مستطیراً ینتشر سریعاًفی الافق ، فبطلوعه یدخل النهار ...الخ .... (تفسیر بغوی سورۃ بقرآیت ۱۸۷)

ترجمہ : (صبح کاذب) غائب ہو جاتی ہے تو اس کے بعد افق پر چوڑائی میں (شمالاً جنوباً) پھیلی ہوئی فجر صادق طلوع ہوتی ہے اور سرعت سے افق پر پھیلتی ہے۔

عبارت مذکورہ میں ''یَنْتَشِرُ سَرِیْعاً'' سے فجر صادق کی روشنی کا واضح اور نمایاں ہونا بالکل صاف ظاہر ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس صبح کو ''صادق'' کہا جاتا ہے

(۳) مولانا یعقوب قاسمی صاحب اپنی ایک کتاب ''برطانیہ ...میں صبح صادق وشفق کی تحقیق'' صفحہ ۱۹۵'' ابوبکر جصاصؒ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

''**والتبین انما هو حصول العلم الحقیقی ومعلوم ان ذالک انما امروا به فی حال یمکنهم فیها الوصول الی العلم الحقیقی بطلوعه.**

ترجمہ میں لکھتے ہیں:

''اور تبین کا معنی یہ ہے کہ صبح صادق کے ظہور کا صحیح علم ہو جائے۔ چونکہ آیات کریمہ میں علم حقیقی حاصل ہونے تک کھانے کی اجازت فرمائی گئی ہے لھذا اس سے معلوم ہوا کہ صبح صادق کی روشنی بالکل واضح اور علم یقین کے ساتھ نظر آنا چاہیئے۔

(۴) اسی طرح احادیث کے عمومی مفہوم سے یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے۔ کہ صبح صادق طلوع ہو کر کسی کو اس کے ثبوت اور ظہور میں کسی قسم کا شبہ اور دھوکہ نہیں ہونا چاہیئے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ حدیث میں فرمایا گیا کہ **لا یغرنکم بیا ض مستطیل** ۔کہ صبح کاذب سے انسان کو دھوکہ ہو سکتا ہے مگر جب صبح صادق طلوع ہوگی تو کوئی خفاء باقی نہیں رہے گا۔

خلاصہ کلام یہ کہ مذکورہ بالا تمام حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ صبح صادق اتنی واضح اور نمایاں روشنی کو کہا جاتا ہے جس میں کسی قسم کا ابہام اور دھوکہ یا غیر یقینی جیسی صورت حال نہ پائے جاتے ہوں۔ بلکہ صبح صادق اس روشنی کا نام ہے جو ایسی انداز میں ظاہر ہوگی کہ اپنے دیکھنے والوں کو بتانے میں ''صادق'' ہوگی کہ میں وہ ''فجر'' ہوں جسکے بعد مسلمانوں، تم لوگوں کیلئے سحری کا کھانا بند اور فجر کی نماز جائز ہو جاتی ہے۔

کیا (18 درجے) فلکی فلق میں یہ علامت پائی جاتی ہے؟

آیئے دیکھ لیتے ہیں کہ فلکی فلق میں یہ نشانی موجود ہے یا نہیں۔۔۔؟

جیسا کہ اوپر ہم ذکر کر آئے کہ ''فلکی فلق'' وہ روشنی ہے جس کو یہ حضرات صبح صادق کہتے ہیں، لہٰذا یہاں ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ اسی روشنی میں وہ نشانی پائی جاتی ہے جو اوپر صبح صادق کیلئے ثابت ہوگئی یا نہیں؟ اس مقصد کے حصول کیلئے ہم عصر حاضر کے جدید ٹیکنا لوجی ''انٹرنیٹ'' سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان سائنسدانوں کی رائے نقل کرینگے، جن کے اقوال اس فن (جدید فلکیات) میں حجت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کچھ حوالے ایسے بھی نقل کریں گے جو خود ان حضرات (یعنی قائلین 18 درجے) نے اپنی تصنیفات میں تحریر فرمائی ہیں۔ لہٰذا اگر ''فلکی فلق'' واقعی صبح صادق ہے تو اس کے اندر وہ نشانی ضرور ہونی چاہیئے جو اوپر صبح صادق کیلئے ثابت ہوگئی۔

یہاں ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ نہ کہا جائے کہ ابتداء مقالہ میں تمہیداً اس بات پر زور دیا گیا

تھا کہ اس باب میں محض کسی ماہر فن پھر خصوصاً غیر مسلم کی بات قطعاً قابل قبول نہیں ہوگی اور یہاں آکر سب سے پہلے ان کے اقوال پیش کرنے کی جرأت کی جارہی ہے۔ جواب یہ ہے کہ ایک بات یہ ہے کہ کونسی روشنی صبح صادق اور کونسی صبح کاذب ہے یہ فن کا فیصلہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے، پچھلے صفحات میں ہماری تردید اس حوالے سے ہے۔ رہی یہ بات کہ فلاں روشنی کا رنگ کیسا ہے، یہ کس وقت نمودار ہوتی ہے اس وقت سورج کہاں ہوتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ یہ ساری باتیں تو شرعی ہے ہی نہیں یہ تو تجربے اور فن فلکیات کی تفصیلات ہیں۔ ان حقائق کو اگر ماہرین فن سے معلوم کرکے پھر شرعی نشانیوں کے ساتھ موازنہ (compare) کیا جائے تو یہ تو عین شرعی معاملہ ہوگیا کیونکہ حکم تو شرعی اصولوں پر پیش کرنے کے بعد انہی کے مطابق لگے گا۔ لہٰذا فنی بات صاحب فن سے دریافت کرنا جرم نہیں ہے۔۔۔ لیکن خیال یہ رکھنا ضروری ہے کہ بات کا فنی اور شرعی پہلوؤں کو سمجھا جائے۔۔۔ ان نشانیوں کو تو ہم نے صاحب فن ہی سے (یا جنہوں نے خود دیکھا ہے ان سے) پوچھنا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ فلکی فلق میں صبح صادق کی پہلی نشانی، جو اوپر مفصل ذکر کی گئی، پائی جاتی ہے یا نہیں۔۔۔؟

جدید حوالہ جات : جن کے ویب سائیٹ پتے عبارت کے بالکل آخر میں تحریر ہے۔

(1) For a considerable interval after the beginning of morning twilight and before the end of evening twilight, <u>sky illumination is so faint that it is practically imperceptible.</u>

(From: Http:// blg .oce.orst.edu/misc/USN O_SunriseSetDef.html)

(2) sky illumination from the sun <u>is so faint that it is practicallty imperceptible.</u>................................

(From::Http://www.wwu.edu/depts/skywise/twilight.html)

(3)For a considerable interval after begining of morning twilight and bfore the end of evening twilight, sky

illumination is so faint that it is practically imperceptible (Read the FAQs,Definition,Accuracy and Privacy statements)

(4) after the begining of morning twilight and before the end of evening twilight sky illumination is so faint that is faint that it is practically imperceptible.......

(http :// www.nightwise.org/twilight htm)

جدیدحوالہ جات کا خلاصہ :

انگریزی کے ان سب حوالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ سورج کے 18 درجے زیر افق پر ظاہر ہونے والی روشنی نہایت مدہم (اور اتنی غیر واضح ہوتی ہے) کہ اس کا دیکھنا بھی کبھی کبھی ناممکن ہو جاتا ہے۔۔۔اب فرمایئے کہ اس قسم کی روشنی جو اپنی غیر واضح اور مدہم ہونے کی وجہ سے اس کا دیکھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے تو اس کے باوجود اس روشنی پر صبح صادق کی تعریف کیسے صادق آسکتی ہے۔۔۔؟ کہاں ایک روشنی (یعنی صبح صادق) کا نہایت واضح اور غیر مشکوک ہونا اور کہاں ایک روشنی (یعنی فلکی فلق) کا اتنا مدہم اور غیر نمایاں ہونا کہ دیکھتے ہوئے نظر آنا بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے۔دونوں کو ایک کیسے قرار دیا جائے۔۔۔؟ معلوم ہوا کہ 18 درجے زیر افق کے وقت پر ظاہر ہونے والی روشنی'' فلکی فلق ''پر صبح صادق کی تعریف صادق نہیں آتی۔

(6) یہی وجہ ہے کہ مولانا یعقوب قاسمی صاحب اپنی ایک کتاب ''برطانیہ اور اعلیٰ عروض البلاد '' میں صفحہ ۴۳ پر لکھتے ہیں:

''اس وقت یہ روشنی اتنی مدہم ہوتی ہے کہ وہ ستاروں کی روشنی اور دوسری کسی بھی عارضی روشنی سے مغلوب ہو جاتی ہے یہ روشنی بہت ہی ہلکی اور غیر نمایاں ہوتی ہے''

(''برطانیہ...میں صبح صادق وشفق کی تحقیق'' صفحہ ۴۳)

علاوہ ازیں حضرت مفتی صاحبؒ نے جو تحریر فرمایا ہے''سحری کھانے میں وسعت اور گنجائش صرف اسی وقت

تک ہے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو جائے ''اس سے غیر یقینی صورت حال اور غیر واضح روشنی صبح صادق کی تعریف سے خارج ہو گئے۔اسی طرح جناب سید شبیر احمد کا کاخیل صاحب تحریر فرماتے ہیں:

'' جس وقت صبح صادق کا پہلا لمحہ ظہور میں آتا ہے۔۔۔۔۔۔۔اس قوس کے اندر روشنی بہت کم ہوتی ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ اس میں اضافہ ہوتا ہے حتیٰ کہ یہ روشنی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کے کناروں سے روشنی پھیلنے لگتی ہے۔یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب سورج افق سے پندرہ (۱۵) درجے نیچے پہنچ چکا ہوتا ہے''

(فہم الفلکیات ص ۱۲۳)

قارئین حضرات جناب کا کاخیل صاحب کی عبارت کو خوب غور سے ملاحظہ فرمائیں۔ کیا کا کاخیل صاحب کی عبارت (اس قوس کے اندر روشنی بہت کم ہوتی ہے) پر حضرت مفتی صاحبؒ کی عبارت میں خط کشیدہ الفاظ ''جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو جائے'' صادق آتی ہے۔۔؟۔۔۔ہر گز نہیں۔۔۔قرآن کی آیت '' حتــیٰ یَتَبَیَّـنَ ''اور حضرت مفتی صاحب کی تفسیر '' جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو جائے '' تو تقاضا یہ کر رہے ہیں کہ روشنی کے پہلے لمحے کی بجائے اس لمحے کو صبح صادق قرار دیا جائے جس کے بارے میں خود سید صاحب نے فرمایا ہے:

'' حتیٰ کہ یہ روشنی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ اس کے کناروں سے روشنی پھیلنے لگتی ہے۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب سورج افق سے پندرہ (۱۵) درجے نیچے پہنچ چکا ہوتا ہے ''

................(فہم الفلکیات ص ۱۲۳)

علاوہ ازیں احادیث صبح کاذب کے بعد صبح صادق کی روشنی کے بارے میں آتا ہے:'' حتــیٰ یستطیر ھٰکذا '' تو کیا جناب کا کاخیل صاحب کی ۱۵ درجے کی مذکورہ بالا عبارت حدیث کا بالکل صحیح مصداق نہیں ہے۔۔۔؟ خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ 18 درجے پر ظاہر ہونے والی روشنی (فلکی فلق) پر صبح صادق کی علامت (خوب واضح اور نمایاں ہونا) صادق نہیں آتی ،لہٰذا فلکی فلق کو صبح صادق قرار دینا درست نہیں ہے۔

(جاری ہے)

ملفوظاتِ شیخ ﴿حضرت ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتھم﴾ (قسط۔۴)

(ظہورالٰہی فاروقی صاحب)

خودرائی : فرمایا کہ لوگ ایک قصّہ سناتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک طالب علم کسی اُستاد کے پاس گیا اور عرض کیا حضرت میں تجوید کے ساتھ قرآن مجید سیکھنا چاہتا ہوں۔ اُستاد صاحب نے پوچھا کہ بھائی کچھ پڑھے لکھے بھی ہو؟ شاگرد نے جواباً عرض کیا کہ کچھ پڑھا لکھا نہیں ہوں۔ اُستاد صاحب نے کچھ وقت (مثلاً سال، دو سال) متعین کر کے فرمایا کہ اتنے وقت میں سیکھ جاؤ گے۔ اتنے میں ایک دوسرا طالبعلم آ گیا اور اس نے بھی عرض کیا کہ قرآن مجید تجوید کے ساتھ سیکھنا چاہتا ہوں۔ اُستاد صاحب نے پوچھا کہ کچھ پڑھا سیکھا بھی ہے؟ اس نے جواباً عرض کیا کہ مختلف اُستادوں سے (بغیر تجوید کے) ناظرہ پڑھا ہوا ہے۔ اس طالبعلم کو اُستاد صاحب نے پہلے طالبعلم سے دُگنا وقت بتایا۔ اُسے حیرت ہوئی کہ پہلے آدمی نے تو کچھ بھی نہیں سیکھا ہوا تھا اسے تو آدھا وقت بتایا اور مجھے دُگنا بتایا۔ اُستاد صاحب نے فرمایا کہ آپ نے تو غلط سیکھا ہوا ہے اور آدھا وقت اس غلط سیکھے ہوئے کی توڑ پھوڑ میں لگے گا اور اس دوسرے نے کچھ سیکھا ہوا ہی نہیں لہٰذا وہ آدھے وقت میں ہمارے رُخ پر آ جائے گا۔

بالکل یہی صورتحال تصوف کے بارے میں بھی ہے۔ لوگوں نے مختلف غیر محقق تصوف کے دعویداروں، مجذوبوں، محض تفریح طبع کے لیے تصوف کے مضامین میں طبع آزمائی کرنے والے ادیبوں اور مضامین تصوف جاننے والے فلسفیوں نیز غیر معیاری تصوف کی کتابوں میں وقت گزارا ہوا ہوتا ہے، یہ لوگ اکثر بہت دُور جا گرے ہوتے ہیں۔ کچھ سیکھنے کے لیے آئیں تو شیخ و مربی کے لیے اچھا خاصا دردِ سر بنتے ہیں۔ بے تکا چلنے اور غیر محتاط مطالعہ کرنے سے ایک بڑی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ ان میں خودرائی پیدا ہو جاتی ہے، جو کہ حصول فیض اور ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ ہوتی ہے۔ کیونکہ خودرائی اور کبر معاصیِ شہوانیہ سے زیادہ خطرناک ہوتے ہیں، چنانچہ فرشتوں کا اُستاد عزازیل، شیطان لعین اسی مرض سے بنا۔ یہ بات جدید تعلیم والے ذہین لوگوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

تصوف سراسر عملی چیز ھے: فرمایا کہ تصوف تو سراسر عملی چیز ہے، اس میں تو محنت مجاہدہ کر کے باطن سے رذائل مثلاً کبر، حسد، لالچ، کینہ وغیرہ دُور کرنے ہوتے ہیں اور فضائل مثلاً توبہ، توکل، اللہ تعالیٰ کا

دھیان اور اخلاص وغیرہ سیکھنے ہوتے ہیں۔ کئی حضرات مشائخ کی نگرانی میں تربیت لیتے ہوئے اور مجاہدات کرتے ہوئے ان حقائق کو حاصل کر لیتے ہیں، اور بعض اوقات ان کو اصطلاحاتِ تصوف اور نکاتِ تصوف اور مضامین اِسرار و رموز کا کچھ پتہ نہیں ہوتا، لیکن عملی چیزیں حاصل کر کے کامل ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور کئی لوگوں کی معلومات تو بہت زیادہ ہوتی ہیں لیکن عملی لحاظ سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا ہوتا۔ جو حضرات سیدھے سادے اور خام مال کی طرح ہوں اور تربیت کے لیے آئیں تو بہت جلد مربی اور شیخ کے رُخ پر آ جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک واقعہ ہے کہ ایک بزرگ کی شیخ بوعلی سینا سے ملاقات ہوئی۔ ان بزرگ نے بوعلی سینا کے بارے میں فرمایا کہ " اخلاق نمی دارد" یعنی اس میں اخلاق نہیں ہیں۔ یہ بات شیخ بوعلی سینا کو پہنچی تو اس نے علم الاخلاق پر دو جلدوں میں ایک کتاب لکھ کر ان بزرگ کو بھیجی۔ اس پر اُنھوں نے فرمایا کہ " من چرا می گویم کہ اخلاق نمی داند، من می گویم کہ اخلاق نمی دارد" (میں کب کہتا ہوں کہ اخلاق جانتا نہیں ہے، بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ اخلاق رکھتا نہیں ہے۔)

زمینی اعمال کا ملاء اعلیٰ کی دُنیا پر اثر: فرمایا کہ زمین پر جو وضع، شکل، صورت اور اعمال اختیار کیے جاتے ہیں اس کا اثر ملاء اعلیٰ یعنی فرشتوں کی دُنیا میں مرتب ہوتا ہے اور ان کے اثرات کا انعکاس زمین پر مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ ناموں کے اثرات بھی شخصیت پر آتے ہیں اور اس کا انعکاس ملاء اعلیٰ سے ہوتا ہے۔ جو نام انبیاء علیہم السلام یا نیک علماء و اولیاء کے ناموں پر ہوتے ہیں ان کے باقاعدہ اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ میں تو نام سے معلوم کر لیتا ہوں کہ انکا خاندان متقی ہے یا دُنیا دار۔

میں کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج میں تھا کہ شمالی علاقہ جات کا ایک لڑکا آیا، میں نے نام پوچھا تو اس نے بتایا کہ زرمست خان، یعنی کہ اس کے والدین یہی چاہتے تھے کہ ان کا بیٹا ہر وقت زر میں مست ہو۔ جن دنوں سیمنٹ کی قلت تھی تو میں سیمنٹ لینے ایک سٹور پر گیا سیمنٹ والا ایسا شخص تھا جیسے گرم پانی اُبل رہا ہو، کسی سے بات کرے تو ایسے سخت انداز میں جیسے گرم پانی اُبل رہا ہو۔ اس کا نام معلوم کیا تو حمیم تھا۔ سُبحان اللہ کہ نام کا اثر پوری شخصیت پر آ رہا تھا۔ حمیم کا معنی ہے گرم اُبلتا ہوا پانی اور قرآن میں ہے کہ جہنمیوں کو پیپ اور حمیم پینے کے لیے دیا جائے گا۔

اکثر عورتیں اپنی اولاد کو بد دُعائیں دیتی ہیں: فرمایا کہ ہمارے گاؤں میں ایک عورت تھی جو

سارا سال روزے رکھتی تھی سوائے عیدین اور ایام تشریق کے، بیوہ بھی تھی ایک دن وہ اپنے بیٹے سے کسی بات پر ناراض ہوئی تو اس کو بدُعا دے دی کہ تو انگریز کے ٹینک تلے کچلا جائے۔ اب لڑکا ایک دن علاقے کی سڑک پر مویشیوں کو لا رہا تھا کہ انگریزوں کے ٹینک گزرنے لگے (واقعہ پاکستان بننے سے پہلے کا ہے) کہ ایک ٹینک نے اس کے ایک جانور کو ٹکر مار کر پھینک دیا۔ نوجوان کو غصہ آیا اور اس نے ٹینک کو ایک دو ڈنڈے مار دیے۔ انگریز کی حکومت تھی اور وہ بڑے ظالم تھے، انسان تو ان کو مکھی مچھر کے برابر بھی نظر نہ آتا تھا، ٹینک سے لڑکے کو ٹکر ماری اور شہید کر دیا۔ تو عورت نے روزوں کی کثرت سے جو دُعا کی قبولیت کا مقام حاصل کیا تھا اس کا یہ استعمال کیا، عورتیں اکثر اپنی اولاد کو بددُعائیں دیتی ہیں اور ان کے اثرات بھی مرتب ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ہمارے ساتھی جو ذِکر اذکار والے ہیں وہ یوں بھی نہیں کہتے کہ تیرا بیٹا بیمار ہے کہ اس سے بھی باطن میں اثر آجاتا ہے بلکہ محتاط طریقہ یہ ہے کہ یُوں کہا جائے کہ خدانخواستہ تجھے کوئی بیماری تو نہیں ہے تاکہ بیماری کے اثرات نہ آئیں۔

ولی بننے کا طریقہ: فرمایا کہ شبیر احمد کاکا خیل صاحب ہمارے ایک دوست ہیں جو اٹامک انرجی کمیشن میں ہوتے ہیں۔ ایک دن میں نے ان سے (جب ایٹم بم نہیں بنا تھا) کہا کہ اتنا عرصہ آپ لوگوں نے کام کیا ابھی تک آپ کو ایٹم بم بنانا نہ آیا۔ تو انھوں نے جواب میں مجھ سے کہا کہ آپ کو ولی بننے کا طریقہ نہیں آتا؟ میں نے کہا کہ آتا تو ہے۔ اس پر انھوں نے کہا کہ ولی بننے کا طریقہ اگر آتا ہے تو آپ ولی بنے کیوں نہیں ہیں۔ تو میں نے جواب دیا کہ صرف طریقہ آنے پر تو نہیں ہوتا، اس طریقہ پر جب آدمی عمل کرتا ہے، محنت اور کوشش کرتا ہے اور اس طریقے میں جو معیار ہے اس کو آدمی حاصل کرتا ہے تو تب ولی بنتا ہے۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ ایٹم بم بنانے کا طریقہ تو ہم کو بھی آتا ہے لیکن اس کے مطابق جو چیزیں حاصل کرنی ہوتی ہیں ان کے لیے ہم لگے ہوئے ہیں۔ جب وہ چیزیں ہمیں حاصل ہو جائیں گی جن میں سے کسی کے لیے ایک سال کی کوشش ہوتی ہے، کسی کے لیے چھ مہینے کی اور کسی کے لیے دو سال کی تو تب ایٹم بم بنے گا۔ تو میں نے سوچا کہ واقعی ایک بات کو صرف جان لینا کافی نہیں۔ مثلاً میں نے آپ کو کہہ دیا کہ آدمی اگر تِل کاشت کرے تو ایک کنال سے ۲۵۰۰۰ کی آمدنی ہو سکتی ہے۔ اب میں نے تو ایک بات کہہ دی، لیکن آدمی اس کے مطابق پوچھتا ہے کہ تخم کہاں سے ملتا ہے، کتنی زمین کھودنی ہوتی ہے، اس میں کیا کیا چیزیں ڈالنی ہوتی ہیں، موسم کونسا ہے؟ ساری شرطیں اور

ترتیبیں معلوم کرنے کے بعد آدمی اس کو کاشت کرتا ہے۔ پھر اس کی نگرانی کرتا ہے۔ پھر جب چھ ماہ کی محنت ہوتی ہے تو تب فصل حاصل ہوتی ہے، اور فائدہ اور حقیقت ملتی ہے۔ ایسے ہی مختلف چیزوں کے فوائد تو ہیں مگر ان کے حاصل کرنے کے لیے ان کے ساتھ محنتیں بھی ہیں، جب وہ محنتیں مکمل ہو جاتی ہیں تو تب وہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

ایمان و اعمال سب سے زیادہ فائدہ مند ھیں: فرمایا کہ سب سے زیادہ فوائد اللہ تعالیٰ نے ایمان و اعمال میں رکھے ہیں۔ اور اس کو صحیح طریقے سے حاصل کر لیا جائے، برت لیا جائے تو اس کے نتیجے میں میرے بھائی پچاس کنال، سو کنال، اور ایک کاروبار، دوسرا کاروبار، ایک دُکان اور دوسری دُکان، سعودی عرب کا ویزا اور انگلینڈ اور امریکہ کا ویزا وغیرہ تو بڑی معمولی چیزیں ہیں، ان کی کوئی وقعت نہیں۔

دلوں میں دین کی اتنی اھمیت نھیں جتنی که دُنیا کی ھے: فرمایا کہ میں پشاور یونیورسٹی میں رہتا ہوں، یہاں طلباء سے کہو کہ صبح کی نماز کے لیے اُٹھو۔ تو وہ کہتے ہیں کہ یار یہ صبح کی نماز کے لیے اُٹھنا بڑا مشکل ہے۔ ایک دن رات کو ڈھائی بجے طلباء کے ہاسٹلوں میں ہنگامہ ہو رہا تھا۔ میں اُٹھا کہ یا اللہ! کیا ہو گیا اللہ خیر کرے۔ میں وہاں گیا تو دیکھا کہ لوگ جاگ رہے ہیں۔ معلوم کرنے پر اُنھوں نے بتایا کہ دُنیا کی مشہور اولمپک گیمز ہو رہی ہیں۔ اصل میں وہاں اس وقت دن ہے اور یہاں رات ہے۔ ہم لوگ اسکے تماشے کے لیے جاگے ہوئے ہیں۔ تو میں نے کہا ماشاء اللہ کہ کھیل کے تماشے کیلئے تو سحری اور تہجد کے وقت جاگے ہوئے ہیں کیونکہ دل میں اسکی اہمیت ہے۔ آج اگر یہ کہہ دیا جائے کہ کل جو آدمی چار بجے مسجد پہنچے گا تو اسکو چار چار ہزار روپے دیئے جائینگے تو سارے ساڑھے تین بجے اُٹھے ہوئے ہونگے بلکہ تین بجے اٹھے ہوئے ہونگے۔ تو جو اہمیت چار ہزار روپے کی ہے اتنی ہی اہمیت نماز کی ہوتی تو سارے لوگ اُٹھے ہوئے ہوتے اور جاگ رہے ہوتے۔ لیکن ہم نے اسکو حاصل نہیں کیا ہے۔ وہ آدمی جس کی صبح کی نماز قضا ہوتی ہے تو وہ رُوحانی لحاظ سے ایسی بیماری کے حال میں ہے کہ اس کے لیے اپنی اتنی اصلاح کرانا کہ فرائض پر عمل کے قابل ہو جائے فرض ہے۔ اس کا کام پر جانا، نوکری، کھیت پر جانا اور اپنی اصلاح کی فکر نہ کرنا کس قدر ظلم ہے۔ لیکن دِلوں میں اسکی اتنی اہمیت نہیں ہے جتنی دُنیا کی اہمیت ہے۔

مال کے بندے: فرمایا کہ ترکیہ میں ایک بزرگ تھے جو مجذوب تھے۔ ایک جمعہ کے دن بازار میں چلے

گئے اور ایک جگہ کھڑے ہو کر آواز لگانے لگے یَا اَیُّھا النَّاس اِلٰھُکُمْ تَحْتَ قَدَمِی (اے لوگو! تمھارا خدا میرے قدموں کے نیچے ہے۔ اے لوگو! تمھارا خدا میرے پیروں کے نیچے ہے۔) تو لوگوں نے کہا کہ یہ کون فاسق فاجر شخص ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ کیا بیوقوف ہے، کسی نے تھپڑ مارا کسی نے لاتیں ماریں۔ ان کو اتنا مارا کہ ہوش و ہواس ختم ہو کر، گر گئے، یہاں تک کہ اُن کی شہادت ہو گئی۔ جب گر کر مر رہے تھے تو اُنھوں نے کہا کہ میری بات کو تم نہیں سمجھتے ہو۔ شِین کی بات تب سمجھ آئے گی جب سِین کی حکومت آئے گی. بزرگ کا نام حرف شین سے شروع ہوتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ترکیہ پر سِین سے شروع ہونے والے نام کا کوئی بادشاہ ہوا۔ ایک دن ایک کتاب پڑھ رہا تھا تو ساتھ کہہ رہا تھا سبحان اللہ! یہ کتاب کسی زبردست بزرگ آدمی نے لکھی ہے۔ بادشاہ نے دربار میں پوچھا کہ یہ کس نے لکھی ہے؟ تو لوگوں نے کہا کہ چھوڑو جی ایک پاگل فاسق فاجر آدمی تھا۔ لوگوں نے چوک میں مارا تھا اور سارا واقعہ سنایا۔ بادشاہ نے کہا کہ جس چوک میں مارا تھا وہ معلوم کرو اور ساتھ ہی اعلان کروایا کہ جو کوئی اس جمعہ کو نماز کے لیے ہماری مسجد آئے گا اس کو دس دس اشرفی ہم انعام میں دینگے۔ اب جمعہ کے دن لوگوں کا ہجوم مسجد میں اکٹھا ہو گیا اور اتنی مخلوق آ گئی کہ کیا پوچھنا۔ اب جب پہلی اذان کا وقت آیا (پہلی اذان کے وقت آدمی مسجد میں نہ ہو تو نماز ناقص ہو جاتی ہے) تو کچھ لوگ جو متقی تھے اُنھوں نے کہا کہ نہ خطیب آیا اور نہ بادشاہ سلامت آیا۔ اب اذان کا وقت ہو گیا اور ہماری نماز خراب ہوتی ہے لہٰذا وہ دوسری مسجد میں چلے گئے۔ اور جب عین نماز کا وقت آیا تو کچھ اور لوگ بھی دوسری مسجد چلے گئے۔ لیکن یار لوگ جو اشرفیوں کی لالچ میں آئے تھے وہ بیٹھے رہے۔ نہ قاضی آیا نہ بادشاہ۔ جمعہ کی نماز ہی مسجد میں نہیں ہوئی۔ جب بادشاہ اور قاضی صاحب کسی دوسری جگہ نماز پڑھ کر آئے تو بادشاہ نے کہا کہ سب کو گھیرا ڈالو اور گرفتار کر لو۔ گھیرا ڈالا گیا اور گرفتار کیا گیا اور کہا کہ ان سب کو اس چوک پر لے کر آ جاؤ جہاں ان بزرگ کو قتل کیا گیا تھا جنھوں نے اعلان کیا تھا کہ اے لوگو! تمھارا خدا میرے قدموں کے نیچے ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ اس جگہ کی کھدائی کرو۔ کھدائی کی گئی تو اشرفیوں کا خزانہ نکلا۔ اب بادشاہ نے کہا کہ ہر آدمی کو دس دس اشرفی دینا اور ساتھ ہی یہ بھی کہنا یہ لے یہ تیرا خدا ہے، یہ لے یہ تیرا خدا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ ان بزرگ نے جب یہ اعلان کیا تھا اصل میں جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اذان ہو گئی تھی اور دُکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ اب جمعہ کا دن ہو اور اذان ہو جائے اور پھر بھی دُکانیں کھلی رہ جائیں۔ تو اب یہ دُکان... دُکان نہیں ہے یہ خدا ہو گیا۔ اس آدمی

نے مال کو خدا کہہ دیا ہے جس کے لیے جمعہ کے دن اذان کے بعد بھی دُکان نہیں بند کر رہا۔ تو انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کا خدا تو پیسہ تھا اور یہ جو بزرگ تھے انھوں نے اعلان کیا تھا کہ اے لوگو! تمھارا خدا میرے پیروں کے نیچے ہے یعنی یہاں اشرفیوں کا خزانہ پڑا ہوا ہے اسکو کھودو تم لوگوں کو مل جائیگا اور تمھارا کام ہو جائیگا۔ تو انھوں نے یہ نہیں کہا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تبارک وتعالیٰ میرے قدموں کے نیچے ہے بلکہ تمھارا خدا .... مال ہے جو اس وقت میرے قدموں کے نیچے ہے۔ اس میں ایک رمز تھی جس کو یہ بادشاہ سمجھا۔ تو معاف کریں ہم نماز کے لیے بھی آتے ہیں حج بھی ہم نے کیا ہوگا لیکن ہمارے اندر کا حال ایسا ہے۔

بے عمل زندگی: فرمایا کہ ایک مولوی صاحب مسجد میں کھڑے تقریر کر رہے تھے کہ آج اتنا برکت والا دن ہے کہ جو شخص حلوہ پکائے گا اس کو اتنا ثواب ہوگا، جو شخص پلاؤ پکائے گا اسکو اتنا ثواب ہوگا۔ گھر پر جب واپس آئے تو گھر والی نے بھی حلوہ پکایا ہوا تھا تو مولوی صاحب نے کہا کہ یہ تو نے کیوں پکایا؟ کیا خاص بات تھی؟ تو بیوی نے کہا کہ تو جو مسجد میں اس کے بارے میں اِتنی تقریر کر رہا تھا۔ تو مولوی صاحب نے جواب دیا اُوہو! وہ تو دوسرے لوگوں کے لیے تھی تیرے لیے تو نہیں تھی۔ تقریر بھی ہم کر لیتے ہیں لیکن یہ چیز ہمیں حاصل بھی ہو یہ ہم سے نہیں ہوتا۔ اور مسئلہ تب بنتا ہے جب تیرے اور میرے دل میں یہ بات آئے اور تیرے اور میرے عمل میں یہ بات آئے۔

کامیابی و فائدہ: فرمایا کہ کامیابی وفائدہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کے مال ودولت میں نہیں رکھا۔ بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم والے اعمال میں رکھا ہے۔ برکتیں اعمال صالحہ میں ہیں اور خسارہ وتباہی معصیت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اب اگر کسی بیماری کی تشخیص ہو جائے تو آدمی کہتا ہے کہ اس کا علاج کہاں ہوتا ہے کہ میں وہاں پہنچوں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر دور میں انسانوں کی اصلاح کا بندوبست کیا ہے۔ آج کے دور میں بھی ایسی جگہیں ہیں اور ترتیبیں ہیں کہ آدمی کو وہاں سے اصلاح ملتی ہے۔ تبلیغی جماعتوں کے ساتھ چلے جائیں کام کریں تو آدمی کی زندگی بدل جاتی ہے، کوئی اللہ تعالیٰ کے تعلق والے بندے ہوں، تصوف کے صحیح سلاسل والے بندے ہوں اُن سے آدمی بیعت کر لے تو اللہ تبارک وتعالیٰ زندگی بدل دیتے ہیں۔ (جاری ہے)

اکابر علمائے دیوبند کی تواضع (قسط۔۲۸)

(مفتی فدا محمد صاحب، دار العلوم جامعہ رحمانیہ مینئی، صوابی)

حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی تواضع:

(پیدائش ۱۸۹۵ء وفات فروری ۱۹۸۱ء)

تواضع کی انتہا:

مشہور مزدور لیڈر جناب طاؤس خان بیان کرتے ہیں جون کا گرم مہینہ تھا مولانا کو ضلع فیصل آباد کے دورے پر جانا تھا، میں مولانا کو ریل گاڑی پر سوار کرانے کے لئے جمیعت کے دفتر پہنچا، دیکھا مولانا اپنے ہاتھ سے دھوئے ہوئے گیلے کپڑوں کو پہلے سے زیب تن خشک لباس پر پہن رہے ہیں، میں نے کہا مولانا! ان کو خشک تو ہولینے دیتے، فرمانے لگے گاڑی کی روانگی میں وقت بہت کم ہے، گرمی ہے اسٹیشن تک پہنچتے پہنچتے ہی یہ کپڑے خشک ہوجائیں گے اور واقعی ایسا ہی ہوا، اسٹیشن پر مولانا نے ان کپڑوں کو اتارا اور بیگ میں تہہ کر کے رکھ لیا۔

گاڑی میں بہت رش تھا ایم این اے ہونے کی وجہ سے آپ کے پاس فرسٹ کلاس کا ٹکٹ تھا لیکن انہیں بمشکل ایک ڈبہ میں کھڑے ہونے کی جگہ ملی۔ آپ نے کسی سے اپنی حیثیت کا تذکرہ نہیں کیا بلکہ کھڑے کھڑے آمادہ بہ سفر ہوگئے، مجھ سے رہا نہ گیا میں مولانا کو بتائے بغیر گارڈ کے پاس پہنچا اسے تمام صورتحال سے آگاہ کیا، اس نے مجھ سے کہا کہ مولانا کو میرے لئے مخصوص ڈبے میں بٹھادیں۔

میں مولانا کو وہاں لیکر پہنچا تو گارڈ اپنے ڈبے میں موجود نہ تھا میں نے مولانا سے بیٹھنے کو کہا تو کہنے لگے کہ گارڈ سے پوچھ کر بیٹھوں گا آپ کھڑے رہے، گارڈ آیا اور آپ کو بیٹھنے کے لئے کہا آپ نے اس سے پوچھا کہ کہیں میرے بیٹھنے سے آپ کو فرائض کی ادائیگی میں خلل تو نہیں پڑے گا جب اس نے یقین دلایا کہ ایسا نہیں ہوگا تب آپ اس کے ڈبے میں بیٹھنے کو آمادہ ہوگئے۔

(سوانح مجاہد ملت، مولانا عبدالقیوم حقانی، ص ۷۰)

ایثار کا ایک دلچسپ واقعہ: ایک مرتبہ مجھے مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے

ساتھ مولانا محمد امیر بجلی گھر کی انتخابی مہم کے سلسلے میں دسمبر میں پشاور جانا پڑا، لاہور ریلوے اسٹیشن پر شدید رش تھا، شدید سردی تھی، اس ڈبے میں ایک انگریز جوڑا بھی سفر کررہا تھا جن کا لباس سردی روکنے کے لئے ناکافی تھا وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر سردی روکنے کی ناکام کوشش کررہے تھے اور صاف محسوس ہورہا تھا کہ وہ سردی سے پریشان ہیں۔

مولانا نے اپنے جسم پر کمبل اوڑھ رکھا تھا اچانک انہوں نے اپنا کمبل ان دونوں پر ڈال دیا اور خود وظائف میں مشغول ہوگئے، صبح جب ہم پشاور پہنچے تو اس جوڑے نے وہ کمبل شکریے کیساتھ مولانا کو لوٹا دیا، میں نے مولانا سے پوچھا کہ آپ کو بھی تو سردی لگ رہی تھی آپ نے کمبل ان کو کیوں دیا؟ اس پر مولانا نے بتایا کہ میں نے قمیص کے نیچے روئی کی جیکٹ پہن رکھی تھی یہ لوگ غیر مسلم ضرور ہیں لیکن انسان تو ہیں اور انسانیت کا تقاضہ یہی تھا کہ میں ان غیر ملکی مہمانوں کی پریشانی میں ان کی مدد کرتا۔ دور حاضر میں ایثار کی ایسی مثال شاید خال خال ہی کہیں ملے۔ (سوانح مجاہد ملت، ص ۷۰)

تواضع حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ

(پیدائش ۱۸۹۸ء وفات ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء)

بعد سلام مسنون، رائے بریلی والا پرچہ پہنچا، روانگی سے قبل ملاقات کو تو بندہ کا بھی دل چاہتا ہے، مگر وقت تنگ رہ گیا، یہاں تشریف لانا ایسے تنگ وقت میں دشوار ہوگا، اور مجھے بھی مولوی یوسف صاحب آج کل میں بلا رہے ہیں، اس وقت جا کر فوراً دوبارہ جانا مشکل ہے، میں نے ان کو کل لکھا تو ہے کہ بجائے اس وقت کے اگر اس وقت بلائیں تو زیادہ اچھا ہے۔ آپ نے یہ نہیں لکھا کہ دہلی سے روانگی کس وقت ہے، یا روانگی براہ سہارنپور ہے، دہلی سے دریافت بھی کیا ہے مگر وہاں سے جواب کا آنا بھی کارے دارد، بہر حال اگر ملاقات نہ ہو سکے تو اولاً اپنی تمام تفصیلات اور بے عنوانیوں کی معافی چاہتا ہوں، ثانیاً

ے جاتے ہو تو جاؤ، پر اتنا تو سن جاؤ
یاد جو آ جائیں، تو ملنے کی دعا کرنا

بارگاہِ رسالت پر پہنچ کر اگر یاد آ جائے تو یہ الفاظ بھی عرض کر دینا، ایک روسیاہ ہندی۔۔۔۔۔ نے بھی سلام عرض کیا تھا، اگر ایک دو طواف بھی اس ناکارہ کی طرف سے کر دیں تو آپ جیسے کریم جفاکش حضرات

سے امید ہے کہ بار نہ ہوگا، یہی چیزیں اس نا کارہ اور نا اہل کیلیے اعلیٰ تبرکات ہیں، کسی تبرک کے لانے کا ہرگز ہرگز ارادہ نہ کریں، اس کانعم البدل میں نے تعلقات کی قوت کے زور میں خود ہی تجویز کر دیا کہ مجھے کھجور، زمزم وغیرہ تبرکات کی بہ نسبت دعا اور طواف کی مسرت بھی زیادہ ہوگی اور احتیاج بھی زیادہ ہے۔

فقط والسلام

زکریا مظاہر العلوم

۲۳ رجب ۶۶ھ

بعد سلام مسنون کراچی سے دو گرامی نامے پہنچے، اول مفصل لفافہ، اور پھر مختصر کارڈ مگر وہاں جواب کا وقت نہ تھا، آپ نے اس ناپاک کی معیت ورفاقت کی آرزو لکھی، مگر یہ نجس العین اس پاک خطّہ کے قابل کہاں، دو مرتبہ حاضری ہوئی، مگر ایک طاہر و مطہر ہستی تھی، جس کے پیچھے قطمیر بھی لگ لیا، بلکہ حکماً لگا لیا گیا، اب کوئی پاک ہستی ایسا سمندر نظر نہیں آتا جس میں ہر قسم کی غلاظت مغلوب ہو جائے، فیا حسرتا! آپ نہ معلوم کس مغالطہ میں ہیں، اپنی حالت یہ ہے۔

کان ظنی بان الشیب یرشدنی اذا اتی فاذا غیی به کثرا

میرا گمان تھا کہ بڑھاپا مجھے سیدھا راستہ دکھائے گا جب وہ مجھ پر آجائے، لیکن جب بڑھاپا آیا تو میری گمراہی اور بڑھ گئی۔

بلکہ (اب حقیقت یہ ہے)

وکنت امرا من جند ابلیس فارتقی
لی الدھر حتی صار ابلیس من جندی
فلومات قبلی کنت احسن بعدہ
طرائق فسق لیس یحسنھا بعدی

ترجمہ: میں ابلیس کے لشکر کا آدمی تھا تو زمانے نے مجھے اتنا اُٹھایا کہ ابلیس میری لشکر میں سے ہو گیا۔ اگر ابلیس مجھ سے پہلے مر جائے تو میں اُس کے بعد فسق و فجور کے راستوں کو خوب جانتا ہوں جبکہ میرے بعد وہ اتنا خوب نہیں جانتا۔

اس تعلق اور محبت کے واسطہ سے جو آپ کو اللہ تعالیٰ رب العزت کی ستاری کی وجہ سے اس ناپاک سے محض مغالطہ کی وجہ سے رہا ہے، درخواست ہے کہ مبارک مہینہ میں مبارک راتوں میں، مبارک جگہ میں اگر دعا سے دستگیری فرمادیں تو وہ پاک ذات، وہ مقلب القلوب، قادر مطلق جو جُلیبح کو عمر بنادے۔اس کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک ناپاک کو پاک بنادے اور بدکار کو نیک کار بنادے۔

؎ چشمۂ فیض سے گر ایک اشارہ ہوجائے　　لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

عمر ختم ہوتی جارہی ہے، ظاہری طور پر وقت قریب ہی آتا جارہا ہے اور حالت یہ ہے

؎ آئی تھی کچھ لین کو اور بھول چلی کچھ اور
کیا دکھاؤں گی اپنے پیا کو میرے خالی دونوں ہاتھ

؎ دیتے ہیں موئے سفید افسوس پیغام اجل
نفس سنتا ہی نہیں ہر چند کہتا ہوں سنبھل

اپنی حالت کو کہاں تک رووں اور اس منافقانہ تحریر سے آپ کے مبارک اوقات کو کہاں تک ضائع کروں، یہ سطریں اس اُمید پر لکھی ہیں کہ آپ کے دل پر کچھ چوٹ لگے تو آپ اس پاک دربار میں کچھ عرض کر سکیں جس کی پاک جوتیوں کے ذرے ''**لو اقسم علی اللّٰہ لأ برہ**'' کے مصداق ہیں۔(ولایت کے ایسے مقام پر ہیں کہ جس بات پر قسم کھالیں اللہ اس کو وجود بخش دے) بہت ادب سے صلوٰۃ وسلام کے بعد عرض کردیں کہ اس ناپاک کا سلام اس پاک دربار کے ہرگز لائق نہیں، لیکن تم رحمۃ اللعالمین ہو اس ناپاک کے لیے تمھاری نظر رأفت کے سوا کوئی ٹھکانا نہیں ہے۔

؎ نہ آخر رحمۃ للعالمینی　　زمحروماں چرا غافل نشینی

ترجمہ: جب کہ آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں تو ہم محروموں سے کیوں غفلت برتتے ہیں۔

یہ بھی عرض کردیں کہ کچھ عرض کرنے کا منہ نہیں، اس لیے کیاں عرض کروں

فقط والسلام

زکریا، مظاہر العلوم

۲۲ شعبان ۶۶ھ

''ایک خصوصی درخواست آپ سے یہ بھی ہے کہ ملتزم پر ایک مرتبہ یہ بھی اس ناپاک کے لیے مانگ دیجیے۔

من نگویم که طاعتم بپذیر قلم عفو برگناه هم کش

ترجمہ: میں نہیں کہتا کہ ہماری عبادت قبول فرمائیں بلکہ ہمارے گناہوں پر معافی کا قلم کھینچ دیں۔

کیا بعید ہے کہ گناہوں سے پاک صاف لوگوں کی زبان کسی ناپاک کی معافی کا ذریعہ بن جائے، اس میں کوئی تصنع نہیں ہے کہ اپنی ساری گندگی کے باوجود جس چیز پر بڑا فخر اور اسکی بڑی ڈھارس ہے، وہ صرف یہ ہے کہ بچپن سے اس وقت پیری تک اللہ کا بہت بڑا اکرم یہ رہا کہ ہر دور کے اکابر اہل اللہ کی خصوصی شفقتیں انتہاء سے زیادہ رہیں، اس پر جتنا بھی ناز ہو کم ہے، لیکن ساری خوشی ایک دم سناٹے سے بدل جاتی ہے، جب قیامت کے حکم ''وامتاز والیوم ایها المجرمون'' کا اعلان دل میں گزر جاتا ہے، کاش آپ سب مخلصوں، حسن ظن رکھنے والوں کے زور، اس سال اس ناپاک کے اعمال نامۂ سیاہ کو بھی دھو ڈالیں تو آپ سب کا کس قدر احسان اس ناپاک پر ہو، ورنہ جب کل کو میری ناپاک حالت آپ کے سامنے ہوگی تو آپ کو اپنے اس تعلق پر بھی افسوس ہوگا جو آپ نے اپنے اس مفصل گرامی نامہ میں تحریر فرمایا جو بمبئی سے لکھا۔

فقط والسلام

زکریا، مظاہر العلوم

۲۶ ذی قعدہ ۲۹ھ (جاری ہے)

(صفحہ ۳۱ سے آگے) اتوار کی صبح کا بیان پیر شفیع اللہ صاحب ٹانک والوں کا ہوا۔ ناشتے کے بعد جناب مولانا قاضی ارشد الحسینی صاحب صاحبزادہ وخلیفۂ مجاز پروفیسر قاضی زاہد الحسینی صاحب کا ہوا۔ ان کی خوش الحانی، بزلہ سنجی اور آیات واحادیث سے سلوکِ نبوت کے طرز کا بیان ساتھیوں کو بہت پسند آیا۔ ان کی لائی ہوئی کتاب ''رحمتِ کائنات'' فوراً ہاتھوں ہاتھ ساتھیوں نے لے لی۔ بیان میں ایوب میڈیکل کالج کے پرنسپل جناب ڈاکٹر ہمایون شاہ صاحب بھی شامل ہوئے۔ بیان کے بعد جناب مفتی آفتاب عالم صاحب نے 'کیمیائے سعادت' سے تعلیم کی۔ جناب پروفیسر ندیم صاحب نے مختلف مجالس میں نعتیں پڑھیں، گویا ترنم اور سوز وگداز کے دریا بہا دئے۔ اس کے بعد حسب معمول ساتھیوں نے اجتماع پر تبصرہ کرلیا، سوال جواب کی مجلس ہوئی اور دعا کے ساتھ اختتام ہوا۔

ایبٹ آباد اجتماع کی کارگزاری

سلسلہ کا سالانہ اجتماع ۱۱،۱۲،۱۳ جولائی کو ایوب میڈیکل کالج کی مسجد میں ہوا۔نمازِ جمعہ کے بعد بسیں روانہ ہوئیں۔کیبر میڈیکل کالج،خیبر میڈیکل کالج نیز پشاور یونیورسٹی اور زرعی یونیورسٹی کے طلباء واساتذہ اور دیگر حضرات پر مشتمل مجمع تھا۔

رات کے وقت مغرب وعشاء کو کالج پہنچے۔بروز ہفتہ فجر کی نماز کے بعد سے بیانات شروع ہوئے۔پہلا بیان بعد فجر کے ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ کا ہوا۔جس کا لب لباب تھا کہ قرآن و حدیث کے الفاظ اور معانی حاصل ہونے کے بعد مہم امر اس کی حقیقت انسان کو حاصل ہونا ہے۔دو چیزیں ایسی ہیں کہ اگر حاصل ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ بغیر پڑھے عمل نصیب فرماتا ہے۔اندر سے علوم کے چشمے اور سوتے پھوٹتے ہیں۔وہ دو باتیں زہد وتقویٰ ہیں۔زہد دنیا کے ترک کو کہتے ہیں۔ترک کا ایک درجہ فرض واجب ہے جو کم از کم اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑ کر دنیا حاصل کرنا یہ بات ترک ہوجائے۔اس کے بعد اگلا درجہ ہے کہ دنیا کے حصول میں انہماک نہ ہو،یعنی حرام راستے سے تو اس کو حاصل نہیں کرتا لیکن اتنا انہماک ہوجاتا ہے کہ اعمال مؤخر ہوجاتے ہیں۔یہ مضمون ہی تفصیل کے ساتھ بیان ہوسکا۔

ناشتے کے بعد جناب اختیار الملک صاحب خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کا بیان ہوا جو کہ تصوف کے مقاصد کے لحاظ سے اہم تھا۔بیان کے بعد تعلیم میں تقویٰ کا مضمون 'اکابر دیوبند کا تقویٰ' نامی کتاب سے ڈاکٹر عبید اللہ صاحب نے پڑھا۔جو تقویٰ کے مضمون پر سیر حاصل بحث تھی۔اس کے بعد دوپہر کے کھانے،نماز اور آرام کا وقفہ ہوا۔عصر کے بعد پروفیسر ڈاکٹر قیصر صاحب نے 'تنبیہ الغافلین' سے توبہ کا مضمون پڑھا،بہت کیفیت محسوس ہوئی۔مغرب کی نماز کے بعد مفتی شاہ جہان صاحب کا وعظ ہوا۔کچھ وقت بچ گیا تھا اس وقت کو استعمال کرتے ہوئے حضرت ڈاکٹر فدا محمد صاحب مدظلہٗ نے کچھ باتیں بیان کیں۔

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

حیرت انگیز

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

۲۳ جولائی جمعرات کی شب عشاء کی نماز پڑھ کر ڈاکٹر طارق صاحب (رکن مجلس ادارت 'غزالی') گھر تشریف لا رہے تھے کہ چار آدمیوں نے روک لیا۔ ایک نے منہ پر ہاتھ رکھا دوسرے نے کنپٹی پر پستول رکھا دو نے موبائل اور بٹوہ جس میں ستائیس سو روپے تھے چھین لئے ۔ یہ لوگ آگے بڑھے، ڈاکٹر صاحب دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یا اللہ! میرے پیسے تو حلال تھے اور صبح شام کی حفاظت کی مسنون دعائیں بھی پڑھی ہوئی ہیں۔ یہ چار آدمی پاس کھڑی ٹیکسی کی طرف بڑھ رہے تھے کہ سامنے سے پولیس موبائل ٹیم آگئی۔ ڈاکو پولیس دیکھ کر ٹیکسی کی طرف دوڑے۔ پولیس والوں کو شک ہوا، انہوں نے پکڑ لیا۔ پستول والا بھاگ گیا۔ ڈاکٹر صاحب دوڑے، پولیس والوں کو بتایا تلاشی لینے پر موبائل اور بٹوہ برآمد ہو گئے۔ چوروں کو تھانے لے گئے۔

پانچویں دن ڈاکوؤں کا جرگہ آیا، ایک مدرسے کے مہتمم صاحب اور ایک کسی شیخ القرآن کے درس والا اور کہا ہم صلح کے لئے آئے ہیں ۔ بندہ نے انہیں جھاڑ پلائی کہ برخوردار سارق (چور) اور قطاع الطریق (ڈکیت) یعنی اسلحہ کے زور سے چوری کرنے والا ، یہ تو حدود کے رخ کے جرم ہیں جنہیں معاف کرنے کا اختیار اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ جو اللہ کی مقرر کی ہوئی سزاؤں میں رکاوٹ بنے گا اسے ردغة الخبال میں قید کیا جائے گا۔ ردغة الخبال جہنمیوں کا لہو اور پیپ ہے، اس پر دونوں ٹھٹکے۔ بندہ نے ان سے کہا کہ خاندانی چور اور ڈاکو اپنے شاگردوں کو اور خاندان کو نصیحت کیا کرتے ہیں کہ حرام مال والوں کی پیچھے پڑیں، حرام مال ہے کچھ وہ کھائیں گے کچھ ہم کھائیں گے، اگر حلال والوں کے پیچھے پڑے پھر پکڑے گئے اور جکڑے گئے تو ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔

فللّٰہِ الحمد! اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کی دستگیری کی۔ پشتو کا محاورہ ہے "بلا وہ برکت ئے نہ وو"یعنی بلا تھی لیکن اس کی برکت نہیں تھی۔ عجیب بات کہ صلح کے لئے آنے والے لوگوں میں سے سب سے سرگرم آدمی کچھ دن وقفے کے بعد ملنے کے لئے آیا اور اس نے بتایا کہ اس کے ساتھ بھی اسی قسم کا واقعہ پیش آگیا کہ رات کو گھر جاتے ہوئے کسی نے گولی ماردی جو اس کی ران میں لگی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍo ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ
قَرَارٍ مَّکِیْنٍo ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً
فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ
الْخَالِقِیْنَo رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْنَo رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَo رَبِّ
ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًا وَّ یَھَبُ
لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَا ط اِلٰھِیْ بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ وَ اَھْلِ بَیْتِ
الْعِظَّام۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمo

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ طِیْنٍo ثُمَّ جَعَلْنٰہُ نُطْفَۃً فِیْ
قَرَارٍ مَّکِیْنٍo ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَۃَ عَلَقَۃً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَۃَ مُضْغَۃً
فَخَلَقْنَا الْمُضْغَۃَ عِظٰمًا فَکَسَوْنَا عِظٰمَ لَحْمًا ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰہُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ

لْخَالِقِیْن ٥رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصَّالِحِیْن ٥رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًاوَّ اَنْتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن ٥رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنٰثًاوَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

[نوٹ: بندہ کے متعلقین میں سے کچھ حضرات بندہ کے لیے سرمایۂ آخرت ہیں۔ انہیں میں سے جناب شبیر احمد صاحب کاکاخیل اور مفتی شوکت صاحب بھی ہیں۔ ہر دو حضرات کو دین کے مختلف موضوعات کے بارے میں تحقیق کرنے کا انتہائی انہماک حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے کو قبول فرمائے اور ان کی آخرت کی سرخروئی کا ذریعہ بنائے۔ اوقات اسلامی کے بارے میں دونوں نے خوب عرق ریزی سے کام کیا اور اپنے اپنے مقالات اشاعت کے لیے رسالہ

"غزالی" کو بھیجے۔ یہ مقالے قسط وار شائع ہوتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

[ڈاکٹر فدا محمد]